ولایت فقیہ پر مبنی حکومت
امام خمینی (رہ) کی نظر میں

مؤلف: محمد مہدی رشادی
مترجم: مولانا شیخ ممتاز علی

اس مضمون کا بیشتر حصہ نظریہ انتصاب سے متعلق ہے جس کی تشریح کی سب سے زیادہ کوشش امام خمینیؒ نے کی ہے۔ ولائی حکومت میں ولایت، مجلس خبرگان رہبری، نظام کی عوامی حمایت اور حاکم اسلامی کے حدود اختیارات جیسے عناصر پائے جاتے ہیں۔ اس مضمون میں ہم سب سے پہلے فقیہ کی ولایت مطلقہ کے بارے میں گفتگو کریں گے جس کا ذکر اسلامی جمہوریہ ایران کے آئین میں موجود ہے۔ اس کے بعد ہم ائمہ معصومینؑ کی ولایت مطلقہ اور فقیہ کی ولایت مطلقہ کے بنیادی فرق کو بیان کریں گے۔ اس نقطہ نظر سے معاشرے کے نظم و نسق اور قانون کے نفاذ کے سلسلے میں معصومؑ کی ولایت اور زمانہ غیبت میں ولی فقیہ کی ولایت میں چار بنیادی فرق پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسلامی حکومت کی بنیادوں کے سلسلے میں کچھ سوالات پوچھے جاتے ہیں، مثلاً حاکم اسلامی کی مشروعیت الٰہی ہے یا عوامی؟ یا الٰہی اور عوامی دونوں ہے؟ حاکم کی طاقت اور اختیارات مطلق ہے یا محدود؟ حاکمیت میں عوام کا کس حد تک دخل ہے؟ شیعہ مفکرین نے اس طرح کے سوالات کے بہت سارے جوابات دیئے ہیں جن میں سے نظریہ انتصاب، نظریہ انتخاب، نظریہ وکالت اور نظریہ تکلیف بہت اہم ہے۔[1] اس مضمون میں آخری تینوں نظریات کا اجمالی تذکرہ ہوگا، پھر نظریہ انتصاب کے بارے میں امام خمینی جیسے بڑے فقہا کی رائے پیش کی جائے گی۔

۱۔ معرفت، محمد ہادی، ولایت فقیہ، ص ۵۰

نظریہ انتخاب

غیبت معصوم (ع) کے دور میں دینی حکومت کی مشروعیت اور حاکم کی حاکمیت کے جواز کے سلسلے میں نظریہ انتخاب کے نقطہ نظر سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ارادۂ ملّت اور عوام کی اکثریت سے اس میں مشروعیت اور استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ جب معصوم علیہ السلام موجود ہوں تو اس جگہ اور اس زمانہ میں انہیں کی حکمرانی ہوتی ہے لیکن غیبت کے زمانہ میں صرف صالح افراد کے صفات اور شرائط (فقہائے جامع الشرائط) ائمہ معصومین (ع) نے بیان کئے ہیں۔[1] اکثریت کی رائے سے باصلاحیت افراد میں سے کسی ایک کے انتخاب کا طریقہ موجود ہے۔ صاحب صلاحیت رہبری کا مستحق شخص عوام کے ذریعہ منتخب ہوتا ہے۔ یہ نظریہ عوامی انتخاب کے نظریہ کے نام سے مشہور ہے[2]۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ شرعی نقطہ نظر سے غیبت کے زمانہ میں حکومت کی مشروعیت عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ عوام اور حاکم کے درمیان معاہدہ کو حکومت کہا جاتا ہے جسے شارع نے درست قرار دیا ہے۔ امت اور ان کے ذریعہ سے منتخب حاکم کے درمیان شرعی معاہدہ کا نام اسلامی حکومت ہے اور انتخاب، وکالت عام کے معنی میں ہے یعنی عوام کسی شخص یا گروہ کو حق حکومت دیتے ہیں جسے وہ شخص یا گروہ قبول کرتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں وکالت عقد لازم ہے کیوں کہ آیۃ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِ [3] کا مطلق ہونا اس کے لزوم کو بیان کرتا ہے[4]۔ اس نظریہ کی بنیاد پر انتصاب کے نظریہ کے برخلاف، تمام فقہاء کا بالفعل ولایت پر فائز ہونا امر محال ہے[5] یعنی تمام فقہاء بالقوۃ مقام ولایت کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن انتخاب کے ذریعہ ایک فقیہ کی ولایت متحقق ہوگی[6]۔ عوامی انتخاب (بیعت وکالت) سے پہلے تمام فقہاء میں ولایت کی صلاحیت پائی جاتی ہے لیکن کسی کی ولایت نہیں ہوتی اور جب عوام کسی کو منتخب کریں گے تو وہی ایک شخص ولی

۱۔ منتظری، حسین علی، دراسات فی ولایۃ الفقیہ و فقہ الدولہ الاسلامیہ، جلد۱، ص۴۰۵

۲۔ رشاد، علی اکبر، دموکرسی قدسی، ص۹۹-۱۰۰

۳۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۱

۴۔ دراسات فی ولایۃ الفقیہ و فقہ الدولہ الاسلامیہ، ج۱، ص۵۷۶، ۵۷۵؛ ولایت فقیہ، ص۵۵

۵۔ ایضاً، ص ۴۰۹، ۴۰۸

۶۔ ایضاً، ص ۵۲۶، ۵۳۳

قرار پائے گا[۱]۔ اس نظریہ کو شیخ حسین علی منتظری اور شیخ نعمت اللہ صالحہ نجف آبادی نے قبول کیا ہے البتہ اس نظریہ پر صاحبان نظر کی تنقیدیں سامنے آئی ہیں۔

نظریہ وکالت

اس نظریہ کا یہ ماننا ہے کہ سیاست یا ملک کو چلانے والے قوانین تبدیل ہوتے رہتے ہیں لہٰذا انہیں تبدیل نہ ہونے والے الٰہی احکام کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے جس کی بناپر معصوم کی حکومت کا بھی انکار کیا گیا ہے۔ اس نظریہ کے اعتبار سے کسی ملک یا شہر کے عوام کسی خاص شخص یا گروہ کو اپنی نمائندگی کے لئے وکیل بنالیتے ہیں اور اسے اجرت دیتے ہیں تاکہ وہ ملک کا نظم و نسق سنبھالے لہٰذا اس طرح کا حکومتی نظام ایک جائز وکالت کی طرح ہوتا ہے جو عوام کی طرف سے دی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ حکومت صرف لوگوں کی نمائندہ ہے اور بس۔

اس نظریہ کی رو سے ایک معاہدہ کے مطابق حاکم، عوام کا وکیل بنایا جاتا ہے اور اس کے حدود طئے کئے جاتے ہیں جن سے حاکم روگردانی نہیں کرسکتا ہے، لہٰذا اس کے اختیارات عوام کی چاہت کے مطابق محدود ہوتے ہیں، لوگ جب چاہیں اسے معزول کرسکتے ہیں۔

اس سیاسی نظریہ کے اعتبار سے اسلامی معاشرہ کا حاکم عوام کا وکیل ہوتا ہے نہ کہ ولی اور اس کا جواز بھی عوامی جواز ہے، الٰہی مشروعیت نہیں ہے اور نہ الٰہی اور عوامی مشروعیت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اصلی حاکم عوام ہیں نہ کہ ان کا وکیل۔ ڈاکٹر مہدی حائری یزدی نے اسلامی انقلاب کے بعد اس نظریہ کو پیش کیا[۲]۔

نظریہ تکلیف

جن فقہاء کے نزدیک نظریہ انتصاب کے لئے کافی دلیلیں نہیں تھیں انہوں نے امور حسبیہ (وہ امور جن کے معطل ہونے پر شریعت راضی نہیں ہے) میں فقیہ کے اقدام کو ایک واجب فریضہ اور تکلیف

۱۔ دراسات فی ولایۃ الفقیہ وفقہ الدولہ الاسلامیہ، ج۱، ص۵۷۶، ۵۷۵

۲۔ کدیور، محسن، نظریہ ہای دولت در فقہ شیعہ، ص۱۷۵-۱۸۶

شمار کیا ہے۔ آیات عظام سید محسن حکیم، سید احمد خونساری اور سید ابو القاسم خوئی ان فقہاء میں شامل ہیں جو فقیہ کے جواز تصرف کے قائل ہیں۔

آیت اللہ خوئی کی نظر میں ولایت پیغمبرؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے مخصوص ہے اور غیبت کے زمانہ میں اسے ثابت کرنے کا امکان نہیں ہے۔[۱] فقیہ کے لئے روایت سے جو ثابت ہے وہ قضاوت اور فتوے کی حجیت ہے۔ امور حسبیہ میں تصرف کا جواز فقیہ کی ولایت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ایسے امور کو قائم کرنے کے لئے اس کے تیقن کی بنا پر ہے لہٰذا یہ کام فقیہ کے لئے ایک فریضہ اور تکلیف شرعی (واجب کفائی) ہے۔[۲] اگرچہ آقائے خوئی نے اس مقام پر اسے ولایت سے تعبیر نہیں کیا ہے لیکن ولایت فقیہ کے سلسلہ میں جب ان سے استفتاء کیا گیا تو انہوں نے فقیہ کے لئے امور حسبیہ اور موقوفات وغیرہ میں اسے ثابت جانا ہے۔[۳]

نظریہ انتصاب اور اس کے محور امام خمینیؒ کی نظر میں

۱. حکومت ولائی اور مفہوم ولایت

امام خمینیؒ سلطنتی، وکالتی، بادشاہی، آمریت، جمہوریت وغیرہ جیسے مختلف حکومتوں سے ہٹ کر ولائی حکومت کے معتقد ہیں، یعنی وہ حکومت جو اپنا مقام و منصب خداوند عالم اور اس کے خاص نمائندوں کے ذریعہ حاصل کرتی ہے۔[۴] اس نظریہ سے مکمل واقفیت کے لئے اس کے بنیادی مفاہیم سے آشنائی ضروری ہے:

۱. لفظ ولایت کا مادہ ولی ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کا کسی چیز سے اس طرح قریب ہونا کہ دونوں کے درمیان فاصلہ نہ رہ جائے۔ مثلاً جلس زید و یلیہ عمرو، زید بیٹھا اور عمرو بھی بلا فاصلہ

۱۔ جوان آراستہ، حسین، مبانی حکومت اسلامی، ص ۲۴۷

۲۔ معرفت، محمد ہادی، ولایت فقیہ، ص ۵۴

۳۔ مبانی حکومت اسلامی، ص ۲۴۸

۴۔ جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۲۱۰؛ ہادی تہرانی، مہدی، ولایت فقیہ، ص ۴۳

اس کے قریب بیٹھ گیا۔ دو چیز کا ایک دوسرے کے پہلو میں ہونے کالازمہ قربت اور نزدیکی ہے۔قرآن کریم میں لفظ ولایت اور اس کے مشتقات تقریباً ۲۳۶ بار آئے ہیں[۱]۔

۲. اصطلاح میں لفظ ولایت مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے لیکن سبھی قربت، نزدیکی اور اتصال کے معنی میں مشترک ہیں۔ مثلاً محبت ودوستی، دنیا میں تکوینی اور معنوی تصرف وتسلط، نصرت ومدد، سرپرستی اور زعامت۔

۳. جب لفظ فقیہ کے ساتھ لفظ ولایت کا استعمال ہوگا تو اس وقت ولایت فقیہ کا ایک ہی معنی ہوگا اور وہ سرپرستی، زعامت اور رہبری ہے۔

امام خمینیؒ کے آثار میں ولایت فقیہ کی اصطلاح مختلف صورتوں میں مذکورہ بالا معنی ہی میں استعمال ہوئی ہے مثلاً خلافت وجانشینی، مجریہ کی ذمہ داری، معاشرہ کے نظم ونسق کے لئے حکومت کی تشکیل، اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے جد وجہد، خلیفہ کا تعین، حکومت، ملک کا نظام چلانے کے فرائض، امارت، سرپرستی، وصایت، وراثت، حاکمیت، سلطنت، رہبر، حق تصرف، قیم، ملت، حکومتی اختیار و طاقت، ملکی انتظام کے لئے منصب الٰہی، ماموریت اور فرائض کی انجام دہی، تشکیل حکومت نبوت کی شان وشوکت کا ایک مظاہرہ وغیرہ[۲]۔

۴. نظریۂ انتصاب کے مطابق ولایت، معاشرہ کی سرپرستی ہے اور یہ مقام خدا سے مخصوص ہے۔ اس بنیاد پر کسی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان پر ولایت اور حاکمیت کا حق نہیں ہے لیکن اگر موجودات کے اصلی مالک یعنی خدا کی طرف سے کسی کو مقام ولایت تفویض ہو تو صرف اس صورت میں اس کی ولایت اور حاکمیت درست (مشروع) ہوگی۔ جو حاکمیت خدا کی طرف سے نہ ہو اسے طاغوتیت کہا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حاکم اور عوام (ولی اور مولیٰ علیہم) کا رابطہ اور تعلق الٰہی ہوتا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ طاغوتی ہے[۳]۔

۱۔ مطہری، مرتضی، ولاء ہا و ولایت ہا، ص ۱۳

۲۔ خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ

۳۔ خمینی، روح اللہ، شؤون واختیارات ولی فقیہ

۲. ولایت اعتباری اور ولایت تکوینی

ولایت فقیہ ایک عقلی اور اعتباری امر ہے۔ اس کی حقیقت بس اتنی ہے کہ یہ کسی کی طرف سے وضع کردہ منصب ہے، جس طرح کسی چھوٹے بچے کے لئے کوئی سرپرست اور ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ قوم کی ذمہ داری اور بچہ کی ذمہ داری میں فریضہ اور حالات کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔

ولایت اعتباری[۱] کے مد مقابل ولایت تکوینی ہے جو ایک معنوی مقام ہے اور فریضۂ حکومت سے الگ شئے ہے۔ ولایت تکوینی مکمل الٰہی خلافت ہے اور ولی امر کے لئے عالم کا ذرہ ذرہ سر تسلیم خم کرتا ہے۔ یہ معنوی رتبہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے مخصوص ہے، یہاں تک کہ بہت سے بڑے انبیاء اور جبرئیل بھی اس مرتبہ تک نہیں پہونچ سکتے۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہے حالانکہ نہ تو آپ حاکم ہیں نہ قاضی اور نہ ہی خلیفہ لہٰذا اگر یہ کہا جاتا ہے کہ فقیہ صاحب ولایت ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ رئیس، قاضی اور صاحب فتوی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ائمہ علیہم السلام کی طرح معنوی کمالات اور تکوینی ولایت کا حامل ہے[۲]۔

۳۔ سلسلہ مراتب ولایت

اس نظریہ کے مطابق خداوند عالم نے ولایت اور رہبری پہلے انبیاء پھر معصومینؑ اور غیبت کے زمانہ میں فقہائے عادل کو عطا کی ہے[۳]۔ اس نظریہ میں دین اسلام کو ولایت عطا کرنے والا، فقیہ کو منصب ولایت پر فائز ہونے والا اور عوام کو مولی علیہم کہتے ہیں۔

۱۔ اعتباری امور ان امور کو کہتے ہیں جو فرض اور معاہدہ کی بناپر حاصل ہوتے ہیں اور اسے وضع کرنے والے کی طرف دی نسبت دیتے ہیں، اگر وضع کرنے والا دین اور شارع ہو تو اسے اعتبار شرعی کہا جاتا ہے اور اگر وضع کرنے والے عوام ہیں تو اسے اعتبار عقلائی کہا جاتا ہے۔

۲۔ طباطبائی، سید محمد حسین، شیعہ در اسلام، ص ۱۷۷

۳۔ ایضاً، ص ۸۲

۴۔ اسلامی حکومت کی ضرورت

اس نظریہ کے مطابق ایک فقیہ عادل کے لئے حکومت کا قائم کرنا اور اسلامی حکومت کی تشکیل اگر ممکن ہو تو واجب عینی ہے ورنہ تمام فقہاء پر واجب کفائی ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء کے لئے اگر یہ ممکن نہ ہو تو عادل مومنین پر یہ فریضہ عائد ہوگا کہ وہ جہاں سے دین حاصل کرتے ہیں وہیں سے ملک چلانے کا طریقہ بھی سیکھیں اور چنانچہ تشکیل حکومت ان کے بس میں نہ ہو تو ایسی صورت میں فقہاء اور مومنین امکانی حد تک سیاست اور حکومت سے مربوط امور میں حصہ لیں [1]۔

۵۔ حصول ولایت

علم دین حاصل نہ کرنے والا شخص کبھی بھی ولایت کے مرتبہ پر فائز نہیں ہوسکتا ہے لیکن علم دین کی تحصیل کے بعد جب اس میں مجتہد کامل کے شرائط اور صفات پیدا ہو جائیں تو وہ خواہ نخواہ مقام ولایت پر پہونچ جائے گا، ایسی صورت میں انتخاب یا اختیار کی کوئی گنجایش نہیں ہوگی۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ مجتہد جامع الشرائط خود بخود شارع مقدس کی طرف سے مقام ولایت پر فائز ہو جائے گا یعنی دینی معاشرہ پر ولایت وحکومت ایک فریضہ ہے کوئی امتیاز نہیں ہے اور واجب عینی یا واجب کفائی کے عنوان سے یہ فریضہ شرائط پائے جانے والوں پر عائد ہو چکا ہے [2]۔

۶۔ انتصاب ولایت کی عمومیت

تمام جامع الشرائط فقہاء، شارع کی طرف سے مقام ولایت پر منصوب ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ فقہاء کا انتصاب خاص نہیں بلکہ عام ہے یعنی اگر متعدد فقہاء ہیں تو سب کے سب مقام ولایت پر فائز ہوں گے۔

مقام و منصب کے لئے صاحب عنوان کو معین کرنا نصب ہے اور یہ شرائط ولایت کے اعلان سے مختلف ہے۔ لفظوں کو بدل کر یوں کہا جائے کہ غیبت کے زمانہ میں علمی اور عملی شرائط کا حامل فقیہ امام معصوم (ع) کی طرف سے منصب افتاء، قضاوت اور معاشرہ کی حکومت پر فائز ہو چکا ہے اور تینوں شعبوں یعنی

۱۔ شیعہ در اسلام، ص ۵۳ و ۸۸؛ شؤون واختیارات ولی فقیہ، ص ۳۳؛ جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۱۳۶ و ۳۶۴ و ۳۹۱

۲۔ شؤون واختیارات ولی فقیہ، ص ۵۳؛ جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۲۵۲ و ۳۹۱

احکام شرعی (مقام فتویٰ)، عوام کے درمیان فیصلہ (مقام قضاوت) اور عوام کی ریاست وحکومت (مقام زعامت سیاسی) کے لئے وہ معصوم کا نائب ہے[1]۔

۷۔ولایت بالفعل

اسلامی معاشرہ کی سرپرستی اور ولایت کے لئے فقیہ کا منصوب ہونا بالفعل ہوتا ہے نہ کہ بالقوہ یعنی اگر دسیوں فقیہ ہوں تو سب کے سب صاحب مقام ولایت ہوں گے اور جہاں تک انہیں طاقت حاصل ہو گی وہاں تک ان کے لئے اپنی ولایت کا استعمال کرنا ضروری ہوگا۔

یہ نظریہ، نظریہ انتخاب کے مد مقابل ہے جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ انتخاب سے پہلے تمام فقہاء میں ولایت کی صرف قابلیت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی ولی نہیں ہوتا ہے اور جب وہ عوام کی طرف سے رہبری کے لئے منتخب کر لئے جائیں گے، تب ان کی ولایت کا مظاہرہ ہوگا۔

اس بنا پر اگر کسی فرد میں مثلاً الف، ب اور ج شرائط اور خصوصیات موجود ہوں تو اس پر ولی کا عنوان صادق آئے گا، اب اگر متعدد افراد میں یہ خصوصیات پائے جائیں تو سب منصب ولایت کے حامل ہوں گے اور جب تک یہ شرائط باقی رہیں گے ان اشخاص کا یہ مقام ومنصب باقی رہے گا چاہے لوگ ان کی طرف رجوع کریں یا نہ کریں۔

ایسے منصب کو بالفعل کہتے ہیں اور اگر لوگ اسے قبول کرلیں تو صاحب مقام ولایت اپنی ولایت کو نافذ کرسکتا ہے۔ اگر لوگ کسی فقیہ کی ولایت کو قبول کرتے ہیں تو یہ معاشرہ میں ولایت کے خارجی تحقق کی شرط ہے نہ کہ مقام ولایت کے تحقق کی شرط جیسا کہ حضرت علیؑ ۲۵ سال تک خانہ نشین رہے لیکن اس کے باوجود اپنے زمانہ کے حاکم اور ولی بھی تھے مگر چوں کے لوگوں نے حمایت نہیں کی تھی اس وجہ سے آپ اپنی ولایت کے نفاذ پر قادر نہیں تھے۔ امام خمینی فرماتے ہیں:

> ”اجتماعی یا انفرادی طور پر فقہاء پر لازم ہے کہ حدود کو جاری کریں اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے شرعی نظام حکومت قائم کریں۔ اگر کسی کے لئے یہ بات ممکن ہو تو اس پر

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۴۵-۵۱؛ شؤون واختیارات ولی فقیہ، ص ۶۱ و ۱۰۹-۱۱۴؛

واجب عینی ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو واجب کفائی ہے۔ اگر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی ولایت ساقط نہیں ہوگی کیوں کہ وہ لوگ خدا کی طرف سے منصوب ہیں، اگر ہوسکے تو ٹیکس، زکوۃ، خمس اور خراج حاصل کریں اور اسے مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کریں اور حدود جاری کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ اگر ہم حکومت تشکیل نہیں دے سکتے تو بیٹھے رہیں بلکہ ان تمام امور جن کی مسلمانوں کی ضرورت ہے اور اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہیں، اسے جتنا ہوسکے انجام دینا چاہئے"[۱]۔

۸۔ فقہاء کی دوسرے فقہاء پر ولایت

فقہاء ایک دوسرے پر ولایت نہیں رکھتے کیوں کہ تمام کے تمام فقہاء مقام ولایت پر فائز ہیں۔ امام خمینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"فقہاء ولی مطلق نہیں ہیں یعنی وہ اپنے زمانہ کے دوسرے تمام فقہاء پر ولایت رکھتے ہوں اور انہیں منصوب یا معزول کر سکیں۔ اس لحاظ سے ان میں مراتب و درجات نہیں ہیں کہ ایک کا مرتبہ بلند ہو اور دوسرے کا کمتر، ایک ولی ہو تو دوسرا اس سے بڑا ولی ہو"[۲]۔

چونکہ فقہاء ایک دوسرے پر ولایت نہیں رکھتے اس بنا پر وہ ایک دوسرے کے حلقہ حاکمیت میں دخل اندازی نہیں کر سکتے کیوں کہ تمام فقہاء نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ اولاً اگر ایک ولی نے کسی جگہ کوئی حکم صادر کر دیا ہے تو اس علاقہ کے ان تمام فقہاء پر جو خود بھی مقام ولایت کے حامل ہیں اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔

ثانیاً اگر کسی فقیہ نے ولائی امور کے کسی ایک حصہ کو اپنے ذمہ لے لیا ہے تو دوسرے فقہا کی اس میں دخل اندازی جائز نہیں ہے اور اس طرح بے نظمی اور ایک دوسرے کے امور میں تداخل کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا[۳]۔

آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای فرماتے ہیں:

۱۔ خمینی، روح اللہ، صحیفۂ نور، ج ۱۹، ص ۴۰۳

۲۔ خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، ص ۵۳

۳۔ شؤون واختیارات ولی فقیہ، ص ۱۱-۱۴؛ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت فقیہ، ص ۱۱۷

"شیعہ مذہب کے نقطہ نظر سے تمام مسلمانوں کو ولی فقیہ کے ولائی امر کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے امر و نہی کو تسلیم کرنا چاہئے، یہ حکم فقہائے عظام کے لئے بھی ہے چہ جائیکہ ان کے مقلدین۔ میری نظر میں ولایت فقیہ کا التزام، اسلام اور ولایت معصومینؑ کے التزام سے جدا نہیں ہے"[۱]۔

۹۔ تعین حکام کا طریقہ

قیادت اور ملک کے نظم و نسق کے لئے مندرجہ ذیل طریقوں سے حاکم کا انتخاب کیا جاسکتا ہے البتہ اس کا مطلب کسی کو مقام ولایت پر نصب کرنا نہیں ہے:

اِ. ایک فقیہ حکومت حاصل کرنے اور رہبری کے فرائض ادا کرنے کے لئے دوسرے فقہا پر سبقت لے جائے اور اس سلسلہ میں عملی اقدام کرے، جیسے امام خمینی نے انقلاب کی رہبری کی اور ایران میں اسلامی حکومت قائم کی۔

ب. عوام کی اکثریت کے درمیان کوئی فقیہ علم، تدبیر اور رہبری کی دیگر خصوصیت کے لحاظ سے مقبول ہو جائے (ایک شخص کو عمومی مقبولیت حاصل ہو) (آئین، دفعہ ۱۰۷)

ج. مجلس خبرگان رہبری کسی فقیہ کو انتخاب کرکے عوام کے سامنے پیش کرے، جس طرح امام خمینی کی وفات کے بعد مجلس خبرگان نے آیت اللہ العظمی خامنہ ای کا تعارف کرایا۔

۱۰۔ مجلس خبرگان رہبری کا کردار

غیبت کبریٰ کے زمانہ میں عوام کے سامنے حاکم اسلامی اور محافظ دین کو پیش کرنے میں مجلس خبرگان رہبری کا اہم کردار ہے۔ اسی وجہ سے اس مجلس کی رکنیت کے لئے فقاہت اور اسلام شناسی میں ماہر ہونا ضروری ہے۔

آئین میں مجلس خبرگان کی ساخت اور اس کا کام معین ہے تاکہ مختلف ادوار میں وہ قابل قبول ہو۔ یہ غیر مستقیم شیوہ انتخاب ہے یعنی مجلس خبرگان رہبری میں عوام کے ذریعہ منتخب فقہا ایک دوسرے سے صلاح و مشورہ کے بعد دسیوں ولی فقیہ میں سے ایک ولی فقیہ کی شناخت کرکے اسے عوام سے متعارف

۱۔ خامنہ ای، سید علی، رسالہ اجوبۃ الاستفتائات، ص ۱۳

کراتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خبرگان رہبری منتخب ولی فقیہ کو منصب ولایت پر فائز کر رہا ہے کیونکہ خبرگان رہبری کے ذریعہ قیادت کے لئے منتخب ہونے سے قبل بھی وہ فقیہ ولایت کے منصب پر فائز تھا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ رہبر کی مشروعیت اور جواز، عوامی نہیں بلکہ الٰہی ہے[1]۔

۱۱۔ آزادی ولایت

امور کو انجام دینے اور طاقت کے استعمال کے لئے ولی کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ اسے معصومؑ کی طرف سے اجازت حاصل ہے اور وہ معصومؑ ہی کی طرف سے منصوب ہے لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ مذکورہ بالا بنیاد پر مشورہ کی نفی نہیں ہوتی بلکہ ماہرین سے رجوع اور مشورہ کے بعد آخری فیصلہ کا حق ولی فقیہ کو حاصل ہے[2]۔ "وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ"[3]

۱۲۔ استمرار ولایت

ولایت وحکومت کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ دائمی ہے اور جب تک ولی فقیہ میں لازمی شرطیں موجود ہیں وہ اپنے منصب پر باقی رہے گا۔ اس سلسلہ میں امام خمینیؒ تحریر فرماتے ہیں:

> " حکومت اور قضاوت کے لئے علمائے اسلام امام علیہ السلام کی طرف سے منصوب ہیں اور یہ منصب ان کے لئے ہمیشہ محفوظ ہے[4]۔"

۱۳۔ ولایت کے شرائط اور صفات

ولی فقیہ کے لئے ضروری شرطیں:

۱. فقاہت: قوانین اسلام سے اجتہادی واقفیت

۲. عدالت: واجبات کے انجام، محرمات کے ترک اور دینی موازین کی رعایت کا ملکہ اور تقویٰ

۳. تدبیر: مدبرانہ صلاحیت و قابلیت، کام کا سلیقہ، شجاعت، دنیا کے حالات سے واقفیت اور سیاسی

۱۔ فرامرز، قراملکی، احد، چھار گفتار در مبانی فقہی وکلامی ولایت فقیہ، ص ۲۲؛ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت فقیہ، ص ۱۱۷

۲۔ جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۱۳۶

۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

۴۔ خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، ص ۵۳-۹۴

واجتماعی بصیرت [۱]۔

پہلی دو شرطیں (علم وعدالت) مقام ولایت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں لیکن معاشرہ کے امور کی دیکھ بھال کے لئے تیسری شرط بھی ضروری ہے۔

۱۴۔ ولایت فقیہ اور خطا سے اجتناب

اگر ایک فقیہ جھوٹ بولے یا نامحرم پر نگاہ ڈالے یا کسی جگہ ڈکٹیٹر بن جائے تو امام خمینیؒ کی نظر میں یہ باتیں اس سے منصب ولایت چھین لیتی ہیں [۲]۔ اس سلسلہ میں دو نکتوں کی طرف اشارہ ضروری ہے:

۱. امام خمینیؒ کے مذکورہ بالا بیان میں خطا سے مراد گناہ ہے ورنہ صرف غلطی سے مقام ولایت سلب نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ ولایت فقہاء کے لئے عصمت شرط نہیں ہے۔

۲. امام خمینی کی نظر میں رہبری کی یہ صفت بڑی اہمیت کی حامل ہے چونکہ رہبری انسان کی سرنوشت اور عوام کی جان ومال سے متعلق ہے اس وجہ سے معظم لہ اسے معصوم کے نقش قدم پر چلنے کا پابند سمجھتے ہیں۔

۱۵۔ حکومت ولائی میں عوام کا کردار

ولایت کی ایک اہم بنیاد (چاہے وہ پیغمبرؐ کی ولایت ہو یا آپ کے معصوم جانشینوں کی) عوام کی جانب سے اس کی مقبولیت ہے۔ حکومت ولائی میں بھی دوسری حکومتوں کی طرح تین ارکان (قانون، قانون کو نافذ کرنے والے اور عوام کی حمایت) پائے جاتے ہیں۔ حکومت اسلامی کا تحقق اور استمرار، انتخاب اور مسلمانوں کی اکثریت کی پشت پناہی پر مبنی ہے۔ اس حکومت کے دوسرے دو رکن خدا کی طرف سے معین ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ حکومت ولائی کی مشروعیت خدا کی جانب سے اور مقبولیت عوام کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔

رہبر کے ذریعہ ولایت الٰہی کے تحقق کی شرط عوامی مقبولیت ہے۔ یہ اصل ولایت کی تعریف کا جزء نہیں ہے بلکہ ولایت کے وجود اور حصول کی شرط ہے۔ کچھ علماء نے امام خمینیؒ سے پوچھا کہ معاشرہ پر فقیہ کی

۱۔ خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ، ص ۴۷

۲۔ خمینی، روح اللہ، صحیفۂ نور، ج ۱۰، ص ۷۲ – ۱۱۴ و ج ۱۱، ص ۴۶۵

ولایت کس صورت میں ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہر صورت میں اس کی ولایت ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کے امور کی ذمہ داری اور حکومت کی تشکیل اکثریت کی رائے سے متعلق ہے اور یہ بات ایران کے آئین میں بھی مذکور ہے۔ صدر اسلام میں بھی ولی مسلمین کی بیعت موجود تھی۔

ولایت کا ایک جزء امور میں تصرف ہے اور شیعہ ترقی یافتہ نظریہ کے مطابق یہ زبردستی کی چیز نہیں ہے لہٰذا ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے۔ شیعوں کی قابل فخر تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی امام معصوم نے عوامی مقبولیت کے بغیر اپنی ولایت کو کسی کے اوپر تھوپنے کی کوشش نہیں کی۔

امام خمینیؒ نے عوامی مقبولیت کے مسئلہ پر تاکید کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریخی حقیقت پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی فقیہ نے کسی وقت ڈکٹیٹر والا رویہ اختیار کیا تو اس کی ولایت ختم ہو جائے گی۔ آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"سلطنتی حکومت کے ختم ہونے کے بعد اس وقت میری رائے کے مطابق جمہوری اسلامی حکومت ہے لیکن اس حکومت کی تشکیل عوام کی رائے سے ہونی چاہئے۔ ایسی حکومت کی تشکیل کے لئے ہم لوگوں کی رائے معلوم کریں گے۔ اب وہ جمہوری اسلامی کو چاہیں یا شہنشاہی حکومت، یہ ان کے اختیار میں ہے[۱]۔"

نظام کے مؤثر طریقہ سے نافذ ہونے میں عوام کا اہم کردار ہے۔ اجتماعی، سیاسی، ثقافتی اور اقتصادی میدانوں میں عوام جتنا کام کریں گے، ولائی حکومت اتنی ہی بہتر اور کامیاب ہوگی۔ عوام اسلامی نظام کے مضبوط بازو اور محرک طاقت ہیں۔ اگر مسلمان عوام عملی طور پر حمایت نہیں کریں گے تو اسلامی حکومت کی تشکیل نہیں ہوسکے گی۔ معصومینؑ کے زمانہ میں عام طور پر ان کی حکومت نہیں تھی۔

۱۶۔ ارکان حکومت کی مشروعیت

حکومت کے تمام اجزاء اور ارکان کی مشروعیت ولی فقیہ کی بناپر ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں:

"اگر فقیہ نہ ہو تو طاغوت ہے، یا خدا ہے یا طاغوت ہے۔ اگر خدا کے حکم سے نہ ہو، صدر مملکت اگر فقیہ کے ذریعہ منصوب نہ ہو تو وہ نامشروع ہے۔ نامشروع ہے تو وہ طاغوت ہے، اس

۱۔ صحیفۂ نور، ج ۶، ص ۱۵۳

کی اطاعت طاغوت کی اطاعت ہوگی۔ طاغوت اس وقت ختم ہوگا جب خدا کے حکم سے کوئی شخص نصب کردیا جائے۔ ولایت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے مجلس خبرگان رہبری نے ایجاد کی ہو، اسے خدا نے بنایا ہے"۔

امام خمینیؒ نے صدر مملکت کو ہمیشہ منصوب کیا تھا۔ مثلاً بنی صدر کی صدارت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ فقیہ جامع الشرائط کے منصوب کرنے سے اس عہدہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے میں اس حکم کے بموجب ملت کی رائے کو نافذ کرتے ہوئے انہیں اس عہدہ پر معین کرتا ہوں[1]۔

۱۷۔ حاکم اسلامی کے اختیارات

رہبر کو اختیار "مطلق" حاصل ہے۔ آئین کی دفعہ نمبر ۵۷ میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ مطلق کا مطلب اختیارات کی وسعت ہے، عمل کی کیفیت اور طریقہ مراد نہیں ہے یعنی احکام اسلامی کے نفاذ اور معاشرہ اور حکومت کے نظم و نسق کے لئے ائمہ اور دوسرے رہنماؤں کی طرح اس کے اختیارات وسیع ہیں لیکن ظالمانہ حکومت کی طرح نہیں کہ حاکم کا جو دل چاہتا ہے وہ وہی کرتا ہے اور اپنے اختیارات کو اپنی خواہش کے مطابق استعمال کرتا ہے۔

تقریباً تمام شیعہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو چیزوں میں ولی فقیہ کو ولایت حاصل ہے ایک افتاء اور دوسرے قضاوت ۔ عوام کے امور میں حق تصرف کے معنی میں جو ولایت ہے اس کے تین حصے ہیں:

۱. امور حسبیہ میں ولایت: امور حسبیہ وہ امور ہیں جن کا تعطل شارع مقدس کسی بھی صورت میں نہیں چاہتا ہے بلکہ بغیر کسی قید کے اسے جلد سے جلد انجام دینے پر تاکید کرتا ہے۔ اگر ان امور میں کوئی خاص ذمہ دار موجود ہے تو یہ امور اسی کے ذریعہ انجام پائیں گے، مثلاً باپ اور دادا اپنی اولاد کے ولی ہیں تو وہ ان کے مسائل کی دیکھ بھال کریں اور اگر کوئی مخصوص ذمہ دار نہیں ہے تو ایسی صورت میں ولی فقیہ ان امور کو انجام دے۔

امور حسبیہ زکوۃ و خمس کی وصولی، عملی طور پر نہی عن المنکر، حدود و تعزیرات کا جاری کرنا، قضاوت، دیوانہ اور صغیر کی سرپرستی (صغیر ایسا بچہ ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو)، کم عقل اور سفیہ کی

۱۔ صحیفۂ نور ج ۱۰، ص ۲۲۱- ۳۰۸؛ نیکنام وہلالی، احمد و محمد رضا، دولت عدالت، ص ۱۷۸

سرپرستی، بیت المال، یتیموں کے مال، میت سے متعلق امور، نان ونفقہ نہ دینے والے شوہر کی طرف سے طلاق جاری کرنا، غائب افراد کے مال کو ضائع ہونے سے بچانا وغیرہ تک محدود ہے۔

۲. مسلمانوں کے تمام عام امور میں ولایت: اس کا مطلب حکومت کی تشکیل اور عوام کے سیاسی اور اجتماعی امور کی نظم و نسق اور اس سے بڑھ کر عوام کے جان ومال پر ولایت ہے البتہ اس صورت میں جب ان پر حکومت کرنے کا تقاضا یہ ہو کہ ان کے نفوس اور اموال میں تصرف کیا جائے۔ جن امور کو انجام دینے کے لئے میں عرفاً اور عقلاً حاکم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے، ان تمام امور میں ولی فقیہ کو ولایت حاصل ہے۔

یعنی ولی فقیہ معاشرہ کے عام مسائل کے علاوہ عوام کے جان ومال پر بھی ولایت رکھتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ معاشرہ کی کلی اور عام مصلحت اسی میں ہو۔

۳. معاشرہ کے عام امور پر ولایت کے علاوہ جان ومال پر بھی بغیر کسی قید وشرط کے اور مطلق ولایت حاصل ہو۔ شیعہ فقہا کی نظر میں اس طرح کی ولایت صرف پیغمبر اسلام (ص) اور ائمہ معصومین (ع) کو حاصل ہے۔

تمام فقہاء کا اتفاق نظر ہے کہ فقیہ کو امور حسبیہ میں ولایت حاصل ہے۔ بحث اور اختلاف نظر ولایت کے دوسرے قسم کے سلسلہ میں ہے۔ شیخ مرتضیٰ انصاری کا خیال ہے کہ فقیہ کے لئے ولایت کے پہلے قسم میں مقید ومحدود اختیارات واضح اور ثابت ہیں لیکن اس سے وسیع تر اختیارات یعنی ولایت کے دوسرے قسم کا اثبات مشکل ہے۔

لیکن فقہاء کے نزدیک سب سے زیادہ مشہور نظریہ ولایت کے دوسرے قسم کو ثابت کرتا ہے۔ (یعنی مطلق اور وسیع اختیارات) امام خمینیؒ نے سب سے زیادہ اس نظریہ کی تشریح کی ہے اور ولایت کی دوسری قسم (ولایت مطلقہ) کے لئے حاکم کے اختیارات کی حدیں بڑے یقینی انداز سے ثابت کی ہیں۔ آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے اپنی صدارت کے دور میں (تاریخ ۱۶/ ۱۰/ ۱۳۶۶) اختیارات ولایت فقیہ کے سلسلہ میں امام خمینیؒ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"اگر حکومت کے اختیارات احکام فرعیہ کے دائرہ میں ہوں تو الٰہی حکومت اور نبی اکرم (ص) کو دی جانے والی ولایت مطلقہ ایک بے معنی اور بے مفہوم شئے ہوگی۔ حکومت رسول اکرم (ص) کی

ولایت مطلقہ کا ایک حصہ ہے جو اسلام کے احکام اولیہ میں شامل ہے اور تمام فرعی احکام حتی کہ نماز، روزہ اور حج پر مقدم ہے۔ اگر کوئی مسجد یا گھر راستہ میں آرہا ہو تو حاکم اسے توڑ کر اس کی قیمت اس کے مالک کو دے سکتا ہے، اگر ضروری ہو تو حاکم مسجد کو بند کر سکتا ہے اور اگر کوئی مسجد، مسجد ضرار بن جائے اور اسے توڑے بغیر چارہ نہ ہو تو حاکم اسے توڑ سکتا ہے[۱]۔"

خلاصہ یہ کہ ولایت مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ کے نظم و نسق کے لئے رہبر، معصومین(ع) والے اختیارات کا مالک ہے اور جو مطلقہ کی قید لگائی جاتی ہے وہ ان نظریات کے مقابل میں ہے جس میں حاکم کے اختیارات کو امور حسبیہ، آئین اور فروعی احکام میں محدود کر دیا گیا ہے لہٰذا ولی فقیہ کے اختیارات امور حسبیہ، آئین اور احکام فرعیہ سے بالاتر ہے[۲]۔

مطلقہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے۔ ولایت کے اختیارات کا استعمال دین کے ضوابط اور مقاصد کے لئے ہے۔ ولایت کے اختیارات کو رہبر جب استعمال کرتا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

۱. پہلی صورت: مباح امور کی ہے، یہاں واجب اور حرام کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور مکروہ جیسے مسائل ہیں اور اس کا معیار "مصلحت" ہوگا یعنی اگر اس میں عام لوگوں کے لئے کوئی فائدہ ہے تو فقیہ معاشرہ کی مصلحت کی خاطر حکم صادر کرے گا چاہے وہ ذاتی امور میں کیوں نہ ہو۔

۲. دوسری صورت: اس میں واجب یا حرام امور شامل ہیں۔ ایسی صورت میں ولی فقیہ قاعدۃ تزاحم کی بنیاد پر اپنی ولایت کا استعمال کرتا ہے۔ تزاحم یعنی جب دو شرعی حکم ایسے ہوں کہ ایک ساتھ ان دونوں پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو ولی فقیہ ان دونوں میں سے زیادہ اہم حکم کا انتخاب کرے گا اور دوسرے حکم کو اس پر قربان کر دے گا۔

۳. تیسری صورت: اس میں دینی مقاصد آتے ہیں، مثلاً اسلام اقتصادی، سیاسی، تربیتی، اجتماعی وغیرہ میدانوں میں اپنا لائحۂ عمل پیش کرتا ہے اور رہبر کا فریضہ ہے کہ وہ ان تعلیمات کو معاشرہ میں نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رہبر کوئی حکم صادر کرتا ہے تو اس میں

۱۔ صحیفۂ نور، ج ۲۰، ص ۴۵۱

۲۔ مصباحی مقدم، غلام رضا، چہار گفتار در مبانی فقہی وکلامی ولایت فقیہ، ص ۲۷

عام مصلحت، تزاحم احکام اور دینی مقاصد کو عملی شکل دینے جیسی کوئی نہ کوئی صورت موجود رہتی ہے اور ولایت فقیہ کے مطلقہ ہونے کا مطلب ہر گز بے ضابطگی نہیں ہے[۱]۔

امام خمینیؒ کے نظریہ کے مطابق مندرجہ ذیل امور ولایت مطلقہ کے دائرہ کار سے باہر ہیں:

جہاد ابتدائی، لوگوں کے ذاتی امور (جب تک عام مصلحت سے ٹکراؤ کی صورت پیدا نہ ہو) ، امام معصومؑ کی غیبت میں واجب عینی کی شکل میں عید قربان اور عید فطر کی نماز باجماعت کا قیام اور دوسرے فقہاء پر ولایت[۲]۔

البتہ جہاد ابتدائی کے سلسلہ میں آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کا الگ نظریہ ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ مصلحت کی بنا پر ولایت امر مسلمین کی ذمہ داری سنبھالنے والے فقیہ جامع الشرائط سے جہاد ابتدائی کے حکم کے صدور کا جواز بعید نہیں ہے بلکہ یہ اقوی ہے[۳]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بھی جہاد ابتدائی کو مطلقاً نہیں بلکہ مصلحت کی صورت میں جائز سمجھتے ہیں۔

خاتمہ میں یہ کہنا مفید ہے کہ اگرچہ نظریہ انتصاب کی پیروی کرنے والے فقہاء مسئلہ "ولایت" اور مسئلہ "نصب" کے سلسلہ میں متفق ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حاکم اسلامی کے اختیارات کے سلسلہ میں دوسرے علماء امام خمینیؒ جیسے نظریہ کے حامل نہیں ہیں۔

منابع وماخذ

- قرآن کریم
- نہج البلاغہ
- امام خمینی، روح اللہ، ولایت فقیہ ، موسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۹
- شئون واختیارات ولی فقیہ ، وزارت ارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۶۵
- صحیفۂ نور ، مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۷۹

---

۱. معرفت، محمد ہادی، ولایت فقیہ، ص ۱۲۸

۲. ولایت فقیہ، ص ۵۳؛ تحریر الوسیلہ ج ا، ص ۴۴۳، ۲۱۸؛ شئون واختیارات ولی فقیہ، ص ۲۶، جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، ص ۲۵۰-۴۶۴

۳. خامنہ ای، سید علی، رسالہ اجوبۃ الاستفتائات، ص ۲۲۷

- تحریر الوسیلہ، مؤسسہ نشر اسلامی، قم، ۱۳۶۳
- خامنہ ای، سید علی، رسالہ اجوبۃ الاستفتاءات، مؤسسہ فرہنگی ثقلین، تہران، ۱۳۷۶
- مطہری، مرتضیٰ، ولاء ھا وولایت ھا، انتشارات صدرا، تہران ،۱۳۷۷
- طباطبائی، سید محمد حسین، شیعہ در اسلام، انتشارات رسالت، قم
- جوادی آملی، عبداللہ، ولایت فقیہ، مرکز نشر اسراء، قم، ۱۳۸۱
- مصباحی مقدم، غلام رضا، چہار گفتار در مبانی فقہی وکلامی ولایت فقیہ، مرکز اسلامی امور مساجد، تہران، ۱۳۷۷
- فرامرز ،قراملکی، احد، چھار گفتار در مبانی فقہی وکلامی ولایت فقیہ ، مرکز رسیدگی بہ امور مساجد، تہران،۱۳۷۷
- صدر حسینی، سید علی رضا، مجلّہ علوم سیاسی، شمارہ ۲۵۵، سال ہفتم، مؤسسہ آموزش عالی باقر العلوم، بھار ۱۳۸۳
- نیکنام وہلامی، احمد و محمد رضا، دولت عدالت
- قانونی اساسی جمہوری اسلامی ایران ، وزارت ارشاد اسلامی، ۱۳۶۸
- منتظری، حسین علی، دراسات فی ولایۃ الفقیہ وفقہ الدولہ الاسلامیہ، المرکز العالمی للدراسات اسلامیہ، قم، ۱۴۰۸
- جوان آراستہ، حسین، مبانی حکومت اسلامی، بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۲
- کدیور، محسن، نظریہ ہای دولت در فقہ شیعہ، نشرنی، تہران، ۱۳۷۸
- رشاد، علی اکبر، دموکراسی قدسی، مؤسسہ فرہنگی دانش واندیشہ معاصر، تہران، ۱۳۸۲